# تاج العارفین، تاج الملوک، سراج السّالکین، شہنشاہ ہفت اقلیم
# سید محمد تاج الدین تاج الاولیاء تاج آباد، ناگ پور، مہاراشٹر، ہند۔

(۱۲۷۷ھ ــــــــــــــــــ ۱۳۴۴ھ)
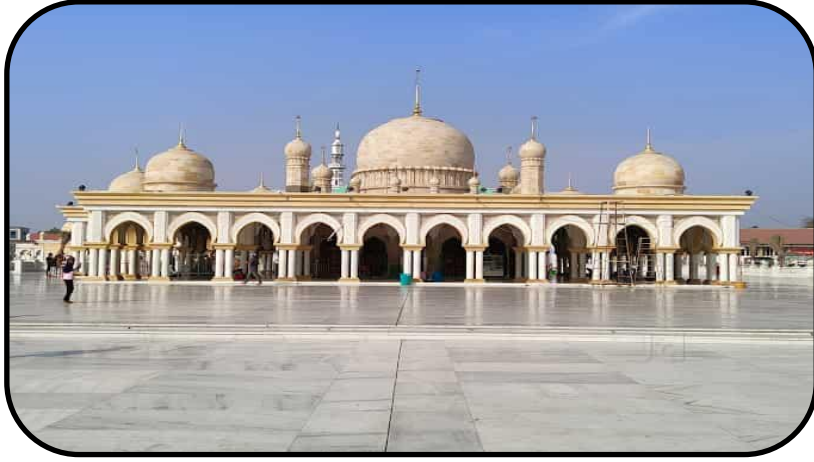
ازقلم: عثمان رضا شفیق تاجی مصباحی جائسی امیٹھی، یوپی، ہند۔

---

**نام:** ''محمد تاج الدین''

**القاب:** تاج الاولیاء، تاج الملۃ والدین، تاج العارفین، تاج الملوک، سراج السّالکین، شہنشاہ ہفت اقلیم۔

شہنشاہ ہفت اقلیم بابا صاحب کا ایسا لقب ہے جو تشریح و توضیح طلب ہے۔ اس کی مختصر تشریح یوں ہے کہ تمام عالم کو اللہ تعالیٰ کے نظامِ تکوین میں سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو ''ہفت اقلیم'' کہلاتے ہیں۔ چنانچہ باعثِ تکوینِ کائنات حضورِ اکرم ﷺ کا وہ نائب جس کے انتظام واختیار میں ساتوں اقلیم ہوتے ہیں، شہنشاہِ ہفت اقلیم کہلاتا ہے۔

## حسب و نسب:

بابا تاج الدین تاج الاولیاء رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ''فضیل مہدی عبداللہ'' عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور جنوبی ہند کے ساحلی علاقے مدراس میں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت فضیل مہدی عبداللہ کے دو صاحبزادے حسن مہدی جلال الدین اور حسن مہدی رکن الدین اپنے والد ماجد کے ہمراہ تھے۔ بابا تاج الدین ناگپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن مہدی جلال الدین کی اولاد میں سے ہیں۔

باباصاحب کے آباؤ اجداد میں جناب سید سعد الدین مہدی مغلیہ دور میں فوجی افسر ہوکر دہلی آئے۔ بادشاہ دہلی کی طرف سے ''اہار'' نام کا ایک موضع بطور جاگیر انہیں دیا گیا۔ ''فرخ سیر'' کے دور میں صوبے کے گورنر ''نواب مالا گڑھ'' نے ناراض ہوکر حقوقِ جاگیرداری ضبط کرلے۔ صرف کاشتکاری کی حیثیت باقی رہ گئی۔

باباتاج الدین کے دادا کا نام ''سید جمال الدین'' تھا۔ باباصاحب کے والد ''سید بدرالدین مہدی'' تھے جو ساگر ڈپو میں صوبے دار تھے۔ اوران کی سکونت ''اہار'' میں تھی۔ ساگر ہندوستان کے صوبے سی۔پی میں واقع ہے۔ باباصاحب کی والدہ کا نام ''مریم بی بی'' تھا۔

## ولادت باسعادت:

آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے ایک حیرت انگیز خواب دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند آسمان پر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور ساری فضا چاندنی سے معمور ہے۔ یکایک چاند آسمان سے گیند کی طرح لڑھک کران کی گود میں آگرا۔ اور کائنات اس کی روشنی سے منوّر ہوگئی۔ اس خواب کی تعبیر باباتاج الدین کی پیدائش کی صورت میں رونما ہوئی۔

باباتاج الدین کی ولادت باسعادت ۵/ رجب المرجب ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۷/ جنوری ۱۸۶۱ء بروز دوشنبہ ''کامٹی'' ناگ پور، مہاراشٹر میں صبح صادق کے وقت ہوئی۔

عام بچوں کی طرح باباصاحب پیدائش کے وقت روئے نہیں بلکہ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور جسم ساکت وصامت تھا۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود خواتین کو شبہہ ہوا کہ آیا بچہ زندہ ہے یا مردہ! چنانچہ قدیم قاعدہ کے مطابق کسی چیز کو گرم کرکے پیشانی اور تلووں کو داغا گیا تو باباصاحب نے آنکھیں کھولیں، اور ہلکی چیخ نکالی اور چاروں طرف دیکھنے لگے۔

## تعلیم وتربیت:

باباصاحب کی عمر ابھی ایک برس تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور جب آپ نو سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ والدین کے وصال کے بعد نانا، نانی اور ماموں نے باباصاحب کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

چھ سال کی عمر میں باباصاحب کو مکتب میں داخل کردیا گیا۔ ایک دن مکتب میں درس سن رہے تھے کہ اس زمانے کے ایک مشہور ولی اللہ ''حضرت عبداللہ شاہ قادری'' مدرسے میں آئے اور استاد سے مخاطب ہوکر کہا:

''یہ لڑکا پڑھا پڑھایا ہے، اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

لڑکپن میں باباتاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پڑھنے کے علاوہ کوئی شوق نہ تھا۔ آپ کھیل کود کے بجائے تنہائی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ پندرہ سال کی عمر تک بظاہر آپ نے مروّجہ تعلیم دینیہ وعصریہ ناظرہ قرآنِ پاک، اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی.

اس کے علاوہ آپ علم لدنی کے بھی حامل تھے کیونکہ آپ مادر زاد ولی تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ شاہ قادری نوشاہی کے جملے سے معلوم ہوتا ہے غرض کہ تمام مخلوق خداوندی کی زبان سمجھتے اور کلام فرماتے تھے جو علم لدنی کے بغیر ممکن نہیں، جو بھی آپ کی بارگاہ میں آتا اس سے اسی کی زبان میں کلام فرماتے تھے۔

## فوج میں شمولیت اور عبادت وریاضت:

ایک مرتبہ ناگ پور کی ''کنہان ندی'' میں شدید طغیانی آگئی اور سیلاب میں باباصاحب کے سرپرستوں کا سارا مال واسباب ضائع ہوگیا۔ یہی بے سروسامانی باباصاحب کی ملازمت کا فوری سبب بنی۔ باباصاحب نے فوج میں شمولیت اختیار کرلی۔ اور ناگ پور کی رجمنٹ نمبر۸/ (مدراسی پلٹن) میں شامل کرلیے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر۱۸/سال تھی۔

کچھ عرصہ بعد باباصاحب کی رجمنٹ کا تقرر ساگر میں کردیا گیا۔ قلندر بابا اولیا اپنی کتاب ''تذکرۂ تاج الاولیا'' میں تحریر فرماتے ہیں:

باباصاحب فوج میں بھرتی ہونے کے بعد ساگر ڈپو میں تعینات کے ن گئے تھے۔ رات کے ۹/ بجے گنتی سے فارغ ہوکر ''حضرت بابا داؤد مکّی چشتی خلیفۂ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی'' کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ وہاں صبح تک مراقبہ اور مشاہدہ میں مصروف رہتے اور صبح سویرے پریڈ کے وقت ڈپو میں پہنچ جاتے۔ یہ مشغلہ پورے دوسال تک جاری رہا۔ دوسال بعد بھی ہفتہ میں ایک دوبار ان کے یہاں حاضری ضرور دیا کرتے تھے۔ جب تک ساگر میں رہے اس معمول میں فرق نہ آیا۔

رفتہ رفتہ باباصاحب کی طبیعت میں استغراق پیدا ہونے لگا۔ ان ہی دنوں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے باباصاحب کی زندگی کے اگلے دور کی بناڈالی۔ ہوا یہ کہ باباصاحب کی ڈیوٹی اسلحے کے ذخیرے پر لگائی گئی تھی۔ ایک رات دوبجے جب باباصاحب اسلحے کے ذخیرے پر پہرہ دے رہے تھے، انگریز کیپٹن اچانک معائنے کے لیے آگیا۔ باباصاحب کو تندہی سے پہرہ دیتے دیکھ کر واپس ہوا تو نصف فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی مسجد کے پاس سے گزرا۔ مسجد کا صحن چاندنی رات میں صاف نظر آرہا تھا۔ کیپٹن نے دیکھا کہ وہ جس سپاہی کو پہرہ دیتے دیکھ کر آیا ہے وہ خشوع وخضوع کے ساتھ صحنِ مسجد میں نماز ادا کررہا ہے۔ سپاہی کو ڈیوٹی سے غفلت برتتے دیکھ کر اسے سخت غصہ آیا۔ وہ اسلحہ خانہ میں واپس آیا۔ اس کے قدموں کی چاپ سن کر سپاہی پکارا ''ہالٹ'' کیپٹن آگے بڑھا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سپاہی (باباصاحب ) اسی جگہ موجود ہے۔ کچھ کہے بغیر اس نے مسجد کا رخ کیا جہاں وہ سپاہی کو نماز میں مشغول دیکھ چکا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ باباصاحب اسی طرح عبادت الٰہی میں محو ہیں۔ وہ ایک بار پھر تصدیق کے لئے اسلحہ خانہ پہنچا تو باباصاحب کو ڈیوٹی پر موجود پایا۔ دوسری بار مسجد جاکر دیکھا تو وہی منظر سامنے تھا۔

دوسرے روز اس نے اپنے بڑے افسر کے سامنے باباصاحب کو طلب کرکے کہا: ''ہم نے تم کو رات دودو جگہ دیکھا ہے۔ ہم سمجھتا ہے کہ تم خدا کا کوئی خاص بندہ ہے۔'' یہ سننا تھا کہ بابا تاج الدین کو جلال آگیا۔ سرکاری وردی اور دوسرا سامان کیپٹن کے سامنے لاکر رکھا اور اپنے مخصوص مدراسی لہجے میں فرمایا:

''لوجی حضرت! اب دودو نوکریاں نہیں کرتے جی حضرت۔''

یہ کہہ کر بابا صاحب جذب و جلال میں فوجی احاطے سے باہر نکل آئے۔ کامٹی میں رشتہ داروں کو یہ اطلاع دی گئی کہ بابا صاحب پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہے۔ اور انہوں نے ملازمت چھوڑ دی ہے۔ نانی بے تاب ہو کر ساگر آئیں اور دیکھا کہ نواسے پر بے خودی طاری ہے۔ وہ بابا صاحب کو کامٹی لے گئیں اور دماغی مریض سمجھ کر ان کا علاج شروع کیا۔ لیکن کوئی مرض ہوتا تو علاج کارگر ہوتا۔ چار سال تک بابا تاج الدین پر جذب و استغراق کا شدید غلبہ رہا۔ لوگ ان کو مخبوط الحواس سمجھ کر چھیڑتے اور تنگ کرتے تھے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مجذوبانہ کیفیات میں ہوش کے اشارے اور ولایت کا رنگ دیکھ کر بابا صاحب کا احترام بھی کرتے تھے۔

## نسبت فیضان:

تحقیق یہی ہے کہ بابا صاحب بظاہر کسی بزرگ کے مرید و خلیفہ نہ تھے بلکہ مادر زاد ولی اور ولی گر تھے، پھر بھی دو ہستیاں ایسی ہیں جن سے صرف قربت اور نسبت ثابت ہے۔ ایک سلسلۂ قادریہ کے حضرت عبداللہ شاہ قادری، دوسرے سلسلۂ چشتیہ کے حضرت بابا داؤد مکی۔

حضرت عبداللہ شاہ صاحب وہی بزرگ ہیں جو بابا صاحب کے زمانۂ تعلیم میں مکتب آئے تھے اور استاد کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ یہ لڑکا (بابا تاج الدین) "پڑھا پڑھایا ہے، اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔" حضرت عبداللہ شاہ قادری کا مزار "کامٹی" اسٹیشن کے پاس ہے۔ نوجوانی کے زمانے میں بابا صاحب حضرت عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ شاہ کے سجادہ نشین کی روایت کے مطابق جب عبداللہ شاہ صاحب کے وصال کا وقت قریب آیا تو بابا تاج الدین ان کے پاس آئے۔ اس وقت شربت بنا کر شاہ صاحب کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے چند گھونٹ پی کر بابا صاحب کو پلا دیا۔

بابا داؤد مکی خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے خلیفہ تھے۔ اور خواجہ شمس الدین ترک کو مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ بابا داؤد مکی مرشد کے حکم پر "ساگر" آئے۔ اور وہیں وصال فرمایا۔ ان کا بظاہر کوئی خلیفہ نہیں تھا۔ بابا داؤد مکی کے وصال کے کوئی چار سو سال بعد جب بابا تاج الدین فوجی ملازمت کے سلسلے میں ساگر گئے تو آپ نے بابا داؤد مکی کے مزار پر تقریباً دو سال ریاضت و مراقبہ میں گزارے۔ روایات کے مطابق یہیں بابا صاحب کو چشتیہ نسبت اویسیہ طریقے پر منتقل ہوئی۔

## اویسیہ نسبت:

وہ نسبت یا رابطہ ہے جس کے تحت سالک کو کسی بزرگ کی روح سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ یعنی ایسا فیض جو مرشد کے جسمانی طور پر سامنے نہ رہتے ہوئے بھی اس سے منتقل ہو۔ یہ وہی نسبت ہے جس کے تحت حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دوعالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علوم و فیوض حاصل ہوئے تھے۔

قلندر بابا اولیا فرماتے تھے کہ بابا تاج الدین کو حضرت عبداللہ شاہ کی قربت حاصل ہوئی تھی اور نسبت چشتیہ بابا داؤد مکی کی مزار پر منتقل ہوئی تھی۔ لیکن بابا صاحب کی تعلیم و تربیت خود جناب سرورِ کائنات ﷺ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے۔ نیز انھیں ہر سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ کی ارواح سے فیض حاصل ہوا ہے۔ بابا تاج الدین کے کئی ارشادات میں اویسیہ فیضان کی طرف اشارہ بھی موجود ہے۔

باباصاحب اپنی ولایت کے رنگ اور نسبت کو اکثر یہ کہہ کر بھی ظاہر کرتے تھے کہ ہمارا نام ”تاج محی الدین“ اور ”تاج معین الدین“ ہے۔

کبھی یہ بھی فرماتے:

ہمارا نام تاج الدین الاولیاء، تاج الملۃ والدین، شہنشاہ ہفت اقلیم، سید محمد بابا تاج الدین ہے۔

## اخلاق واوصاف:

باباصاحب کے اخلاق وعادات ”وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ“ کا نمونہ اور ”اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ“ کے مصداق تھے، آپ عالی مرتبت، جلیل القدر، وسیع العلم ہونے اور شان وشوکت کے باوجود ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں سے اچھے سے پیش آتے، بلکہ شاگردوں کی لغزشوں اور گستاخیوں سے درگزر فرماتے، اپنے مہمان اور ہمنشین سے دوسروں کی نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، آپ کبھی نافرمانوں، سرکشوں، ظالموں اور مالداروں کے لیے کھڑے نہ ہوتے، نہ کبھی کسی وزیر وحاکم کے دروازے پر جاتے.

عجز وانکساری آپ کا وصف اور حق گوئی آپ کا خاصہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا شیوہ تھا۔ بسیار گوئی سے پرہیز کرتے تھے۔ غریبوں پر شفقت اور مریضوں کی عیادت آپ کا وطیرہ تھا۔ مجسّم جود وسخاوت اور پیکر عفو وکرم تھے۔ نہایت رقیق القلب اور شرم وحیا میں اپنی مثال آپ تھے۔ وسیع القلب، کریم النفس، مہربان، وعدوں کے پاسدار، خوش گفتار اور خوش اطوار تھے۔ آپ بہت غریب پرور اور مساکین کی مدد کرنے والے تھے۔

جسم وجان اور روح غرض ہر اعتبار سے خدا کی عظیم نشانی تھے، اس ذات بابرکات سے کبھی کسی جان کو تکلیف نہ پہنچی، خواہ وہ مادی دنیا سے تعلق رکھتا ہو یا روحانی دنیا سے، ان کی محبت وعقیدت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اس طرح اتر جاتی تھی کہ پروانے کی طرح ان پر مر مٹنے پر آمادہ ہو جاتے، وہ اسی میں اپنی خیر اور کامیابی سمجھتے تھے۔

بے کاری، بے اعتدالی اور عیب جوئی کا ان کے یہاں کوئی گزر نہ تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسر نفسی، خندہ پیشانی اور مجلس کے وقار کی حفاظت میں اپنی مثال آپ تھے، غرض کہ آقائے کریم ﷺ کے اخلاق واوصاف کے سچے داعی ومبلغ تھے جو ان سے ایک مرتبہ بھی ملتا انھی کا ہو کر رہ جاتا. بابا عبدالصمد تاجی فرمایا کرتے تھے: حضرت کے پاس رہنے والے یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ باباصاحب کسے زیادہ چاہتے ہیں جو ملتا یہی محسوس کرتا کہ حضور ہمیں ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں–

## روحانیت وتصرف:

حضرت باباصاحب کے کشف وکرامات کے تذکرے کے لیے سینکڑوں صفحات درکار ہیں۔ آپ کی نظرِ کیمیا اثر جس پر پڑتی اس کو پارس کر دیتی، ہزاروں عقیدت مند محبت کرنے والے آپ تک دیوانہ وار پہنچتے تھے اور آپ کی دعاؤں سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ کی

شہرت کا ڈنکا پورے ہندوستان میں بج رہا تھا، کبھی کبھی آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے: ”او جی! سب اپنے اپنے دور کے اور تاج الدین اپنے دور کا۔“

ناگ پور اور جبل پور شہروں کو ملانے والی شاہراہ کامٹی اور رام ٹیک سے ہو کر گزرتی ہے۔ یہاں سے بہت بڑا پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے گھنے جنگلوں میں قدم قدم پر خونخوار درندے گھومتے رہتے ہیں اور دنیا کے انتہائی زہریلے سانپ پائے جاتے ہیں۔

ملازمت سے سبکدوشی کے بعد بابا تاج الدین نے زیادہ تر وقت ناگ پور سے متّصل ”واکی“ کے گھنے جنگلوں میں گزارا، جہاں قدم قدم پر خونخوار شیر اور جنگلی درندے رہتے تھے۔ اس جنگل کے اژدہے بھی شہرت رکھتے ہیں۔ وہاں بابا تاج الدین نے کئی برس تک بلا خوف و خطر ریاضت کی۔ کبھی کبھار ریاضت کے بعد آپ ستپڑا پہاڑ کی بلندیوں اور گھنے جنگلوں سے اُتر کر بستیوں میں آجاتے۔ جذب و کیف کا یہ عالم تھا کہ انہیں کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا احساس بھی نہ رہتا۔ اس زمانے میں جذب و بے خودی عروج پر تھی۔ لوگ آپ کے استغراق کو پاگل پن سے تعبیر کرتے، لیکن کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جن کی بنا پر لوگوں میں آپ کی شخصیت ایک صاحبِ کرامت اور صاحبِ فیض بزرگ کی حیثیت سے ابھرنے لگی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے پریشان حالوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم آپ کے گرد رہنے لگا۔ لوگ ہر وقت آپ کو گھیرے رہتے اور اپنی مشکلات بیان کرتے۔ یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ رات دن ایک ہو گیا۔ ایک روز بابا تاج الدین نے فرمایا:

”لوگ ہمیں بہت ستاتے ہیں۔ اب ہم پاگل جھونپڑی چلے جائیں گے۔“

حالات کچھ ایسے بنے کہ ۲۶/ اگست ۱۸۹۲ء کو کامٹی کے کینٹونمنٹ اور ضلع مجسٹریٹ نے انہیں پاگل خانے بھیج دیا۔

پاگل خانہ کا سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر ماروتی راؤ تھا۔ اس کی پانچ لڑکیاں تھیں، لڑکا کوئی نہیں تھا، اولادِ نرینہ کی اسے بہت تمنا تھی۔ ڈاکٹر نے بابا صاحب کی پاگل خانے میں موجودگی کا اپنی بیوی سے ذکر کیا، اُس کی بیوی کے دل میں خیال آیا کہ میں چل کر حضور بابا صاحب سے عرض کروں۔ اُس نے ایک دن اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے بابا صاحب کے پاس لے چلو۔ اس کا خاوند چونکہ مذہباً مرہٹہ برہمن تھا، اس لیے اپنی بیوی سے یہ الفاظ سُن کر پہلے تو کچھ ہچکچایا۔ بعد میں اس نے یہ چاہا کہ کسی طرح بابا صاحب کو اپنے گھر پر بلالے۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ آخر ایک دن اُس کی بیوی اپنی پانچوں لڑکیوں کے ساتھ بابا صاحب کی خدمت میں پہنچ گئی اور عرض کیا کہ: بابا صاحب! میرا کوئی لڑکا نہیں ہے۔ میرے لیے دعا کریں۔

بابا صاحب نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ”ڈاکٹروں کی دوائیاں تو بہت کھاتے جی، پر لڑکا نہیں ہوتا۔“

یہ سُن کر وہ بیچاری رونے لگی اور پھر عرض کیا کہ بابا صاحب، لوگوں کی مرادیں پوری ہو رہی ہیں، میرے لیے بھی مہربانی فرمائی جائے۔ آپ نے یہ سُن کر پوچھا:

”لڑکیاں کتنی جی؟“ تو اس نے جواب دیا کہ لڑکیاں تو پانچ ہیں۔ بابا صاحب نے فرمایا: ”اگر لڑکیاں پانچ ہیں تو لڑکے بھی پانچ ہو جاتے جی!“

یہ خوشخبری سن کر ڈاکٹر کی بیوی واپس گھر آگئی۔ خدا کی شان کہ ایک سال بعد اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔

ڈاکٹر ماروتی راؤ کی بیوی نے غسل کے بعد لڑکے کو حضور باباصاحب کے قدموں میں رکھ دیا۔ باباصاحب نے ایک نظر دیکھا اور تبسم کے ساتھ فرمایا کہ "ابھی تو چار اور آتے جی! لے جانا، یہ خوش رہے گا۔"

پاگل خانے میں بند کئے جانے کے بعد بھی اکثر بابا تاج الدین شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں گھومتے نظر آئے اور ان سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔

اسی دوران ناگپور کے مرہٹہ راجہ مہاراجہ رگھوراؤ جی بھونسلے پٹیل کے بیٹے ونائیک راؤ کی بیوی زچگی کے مرحلے میں نازک صورتحال سے دوچار تھیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر، وید، حکیم موجود تھے۔ مگر کسی قسم کا کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ حاملہ کے رحم میں بچہ مرچکا تھا، اب زچہ کی جان بچانے کے لیے آپریشن کی ضرورت ہوگی۔ جسم میں زہر پھیل گیا تو پھر اس کے زندہ رہنے کی کوئی امید نہیں۔

مہاراجہ ڈاکٹروں کو آپریشن کی اجازت نہیں دے رہا تھا اور ادھر بہو کی طبیعت بگڑتی جا رہی تھی۔ اسی دوران مہاراجہ کے ایک ڈرائیور نے جو باباصاحب کا بے حد معتقد تھا۔ مہاراجہ سے کہا کہ "میں ایک مسلمان ولی کو جانتا ہوں۔ آپ ان کے پاس چلیے اور دعا کی درخواست کیجیے ک۔ شاید کوئی سبب بن جائے۔"

مہاراجہ نے ڈرائیور کی بات سنتے ہی کہا: "ہاں چلو جلد سے جلد ہمیں ان کے پاس لے چلو۔" اور اسی طرح ننگے پیر گاڑی میں بیٹھ گیا، راجہ صاحب کی موٹر پاگل خانے کے صدر دروازے پر جا کر رُکی تو لوگ راجا صاحب کے استقبال کو دوڑے، لیکن وہ سب کو نظر انداز کرتے ہوئے تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر پہنچتے ہی باباصاحب کے قدموں میں گر پڑے اور زار و قطار رونے لگے۔ ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا اور صدمے کی وجہ سے ان کی زبان گنگ تھی۔ باباصاحب نے سر اُٹھا کر انہیں دیکھا اور بولے:

"ادھر کیا کرتے جی حضرت! ادھر جانا، لڑکا پیدا ہوا ہے تو خوشیاں منانا!"

ڈرائیور نے یہ سنتے ہی کہا کہ مہاراج جلد واپس چلیے کام ہو گیا۔

مہاراجہ جب محل میں پہنچا تو خادموں نے دروازے پر ہی مہاراجہ کو مبارک باد دی اور خوشخبری سنائی کہ آپ کی بہو کو بیٹا ہوا ہے اور زچہ و بچہ دونوں خیریت سے ہیں۔

مہاراجہ کا اعتقاد باباصاحب پر اس قدر پختہ ہوا کہ اس نے اسی وقت چیف کمشنر ناگ پور "بینجمن رابرٹس" کے پاس نقد زرِ ضمانت جمع کرائی اور باباصاحب سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چلیے۔ باباصاحب نے اس کی درخواست قبول کرلی۔

۲۱ ستمبر، ۱۹۰۸ء کو ناگپور کے مہاراجہ راگھوجی راؤ بھوسلے باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی دھوم دھام سے ہاتھی پر سوار کرا کے "شکردرہ" میں اپنے شاہی محل لے آیا۔ جہاں تمام اہل خانہ نے باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا۔

مہاراجہ نے محل کے ایک حصے میں بنی ''لال کوٹھی'' اُن کے لیے مخصوص کردی۔ راجہ خود صبح شام آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتا تھا۔ ''لال کوٹھی'' میں بھی ہر وقت عام لوگوں کا ہجوم لگا رہتا اور مہاراجہ کی جانب سے ان عقیدت مندوں کے لیے دونوں وقت چائے اور کھانے کا اہتمام ہوتا۔ آج بھی یہ محل عوام کے لیے وقف ہے اور زائرین زیارت کے لیے دور دور سے آتے ہیں۔

ایک مرتبہ بھوپال کے راجہ کی اہلیہ (Queen of Phopal) بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ اپنے ساتھ مختلف قسم کے کھانے لائیں اور بابا صاحب سے عرض کیا: ''اس میں سے کچھ تناول فرمائیں۔''

بابا صاحب نے چند لقمے لیے۔ اس دوران بیگم صاحبہ نے دل میں سوچا کہ اتنے اچھے کھانے یہاں کون پکا کر بابا صاحب کو کھلاتا ہوگا۔ آپ نے فوراً ہی فرمایا:

''یہ کھانا ہمارے کام کا نہیں۔ ہمیں ایسا کھانا کون کھلا سکتا ہے؟'' اور یہ کہہ کر زمین سے پتھر اٹھا کر ویسے ہی کھانے لگے جیسے کھانا تناول فرما رہے ہوں۔ بیگم صاحبہ بہت ہی شرمندہ ہوئیں۔

چیف کمشنر ''بینجمن رابرٹس'' کی بھتیجی بہت شدید بیمار تھی۔ لندن میں ہر طرح کا علاج کروایا لیکن اس کے سر میں شدید قسم کا درد ہوتا تھا۔ اسے کسی طرح بھی آرام نہ آرہا تھا۔ بابا تاج الدین کا شہرہ سن کر وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ رگھو راؤ نے ڈرتے ڈرتے بابا صاحب سے سوال کیا۔ ''چیف کمشنر رابرٹس آئے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو بلا لاؤں؟''

''بلالے بلالے، بے چارہ پریشان ہے، تاج الدین کسی کو نکو روکتا جی۔''

راجہ کے ہمراہ سر بینجمن ننگے پاؤں حجرے میں داخل ہوا۔ بابا صاحب نے بڑے اطمینان سے کہا: ''تو کائے کو اتنا خرچہ کیا؟ بچی کو ناحق تکلیف دیا۔ بٹیا کو مٹی سنگھاتے، اچھے ہوجاتے۔''

کوئی نہ سمجھ سکا کہ بابا صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ بابا صاحب خواتین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ دروازے کی جانب سر بینجمن کی اہلیہ اور جواں سال بھتیجی رگھو جی راؤ کی بیوی کے ہمراہ کھڑی تھیں۔ بابا نے ان کو دیکھا فوراً کھڑے ہوگئے ''آجاؤ رے'' رانی لڑکی کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھی جس کے سر پر پٹی بندھی تھی۔

''بابا! اس کے سر میں درد رہتا ہے۔ لندن میں کسی بھی علاج سے فائدہ نہیں ہوا ہے۔ سر بینجمن نے اسے آپ سے دم کرانے کے لیے وہاں سے بلوایا ہے۔'' وہ ایک ہی سانس میں پوری بات کہہ گئی۔

بابا صاحب نے کہا: ''یہ تو پگلا ہے جی، بچی کو تکلیف دیا۔'' پھر بڑی شفقت سے لڑکی کو اپنے قریب بٹھایا اور بولے:

''پریشان نکو ہوتے۔ بیٹی۔ مٹی سونگھ لیتے۔ اچھے ہوجاتے۔ پٹی کھول دیتے'' شفقت اور مٹھاس ان کے لہجے سے پھوٹی پڑتی تھی۔ لڑکی کچھ بھی نہ سمجھی۔ وہ اردو سے ناآشنا تھی۔ وہ حیرت بھری نگاہوں سے بابا صاحب کو دیکھ رہی تھی۔

''کونسی مٹی؟'' رگھو جی راؤ نے پوچھا:

بینجمن رابرٹس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ''یہ لائے گا جی۔ بچی کو سونگھا دے۔ جی اچھے ہوجاتے۔''

سر بینجمن رابرٹس بابا کی خدمت میں پہلے بھی حاضری دے چکا تھا۔ بات سمجھ گیا۔ فوراً تھوڑی سی مٹی اٹھالایا اور بچی کو اُسے سونگھ لینے کی ہدایت کی۔ مٹی کو سونگھتے ہی بچی کو تین چار چھینکیں آئیں۔

''بس بیٹی.... !بس اب اچھے ہوگئے۔'' باباصاحب نے فرمایا:

رانی نے بچی کے سر کی پٹی کھولی۔ درد سر بالکل غائب ہوگیا تھا۔ فرط مسرت سے لڑکی کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

یہ سب لوگ سراپا تشکر اور سپاس بنے ہوئے تھے، سر بینجمن نے احساسِ تشکر کے ساتھ ساتھ باباصاحب کی خدمت میں کثیر رقم پیش کہ توآپ نے فرمایا:

''بیٹی باپ کو نذرانہ نہیں دیتے، باپ بیٹی کو دیتا ہے۔'' یہ کہا اور گاؤ تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور چند سکے لڑکی کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

اس نے خوشی خوشی تحفہ قبول کرلیا اور وہ لوگ شاداں وفرحاں رخصت ہوگئے۔

سر بینجمن کی باباصاحب سے یہ ملاقات مہاراشٹر کے مسلمانوں کے حق میں رحمت ثابت ہوئی۔ سر بینجمن نے بڑی تعداد میں وہاں اسکول اور مدرسے قائم کیے، مسلمانوں کی درسگاہوں کے لیے زمینیں فراہم کیں، عمارتوں کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں کے لیے روزگار فراہم کرتے رہے۔

جبل پور میں مسلمانوں کا اسکول آج بھی رابرٹس انجمن اسلامیہ ہائی اسکول کے نام سے موجود ہے۔ انہوں نے وہاں ہزاروں مخالفتوں کے باوجود رابرٹس کالج بھی قائم کیا۔ ناگ پور کا انجمن اسلامیہ ہائی اسکول بھی سر بنجمن اور باباتاج الدین کی اسی ملاقات کی یادگار ہے۔

باباصاحب ایک مرتبہ ریاضت کے لئے ''گونڈوانہ'' چلے گئے، یہ علاقہ جادوگروں کے لئے مشہور تھا۔ آپ کی عبادت اور ریاضت کا یہ اثر ہوا کہ وہ علاقہ جادوگروں سے پاک ہوگیا، لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے آپ کے دستِ حق پر توبہ کی اور اسلام قبول کیا۔

اگر باباصاحب کا حال مختصر لفظوں میں بیان کیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ آپ کا ہر لمحہ مخلوقِ خدا کی راحت رسانی کے لے اوقف تھا۔ آپ چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں آرام کرپاتے تھے۔ باقی وقت لوگوں کی غرض سنتے یہاں تک کہ کھانے پینے کے اوقات بھی اس کی نذر ہوجاتے۔ رات دن حاجت مند اور پریشان حال آتے رہتے۔ باباصاحب اپنے مخصوص انداز میں انہیں تسلی دیتے اور مشکل حل فرماتے۔ باباصاحب کی ہستی لوگوں کے لے لطف ومحبت اور کرم نوازی کا ایسا ذریعہ تھی جس کے آگے انہیں ہر تکلیف اور صعوبت ہیچ محسوس ہوتی تھی۔ باباصاحب ڈھارس بندھاتے تو انہیں ایسا اطمینان مل جاتا جو کسی مادّی ذریعہ سے ملنا ممکن نہیں۔ دل کے بوجھ یوں دور ہوجاتے جیسے کسی انجانے ہاتھ نے غم کے پہاڑ سینے پر سے ہٹادیئے ہوں۔

باباتاج الدین ناگپوری روحانی فیوض کا ایسا سمندر ہیں جس سے ہزاروں لاکھوں افراد اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض یاب ہوئے۔ نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو، پارسی، عیسائی، سکھ، سب دربار تاج الاولیاء میں حاضر ہوتے اور ظاہری وباطنی ہر قسم کے فیض ونعمت کے موتی

چشتیہ۔ سالکین اور حق کے طالبین سب کی دلی مراد بابا صاحب کی ایک نظر میں بر آئی۔ بابا صاحب کا ارشاد ہے: ''میں سوا لاکھ ولی بناؤں گا۔''فیض کی یہ تقسیم اس وقت بھی جاری تھی جب آپ اس مادی دنیا میں جلوہ افروز تھے اور اب بھی جاری ہے جب آپ پسِ پردہ اپنی مرقدِ انور میں آرام فرما ہیں۔

بیر ہٹ اب تاج آباد کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دن بابا گھومتے ہوئے اس جگہ جاکر رُک گئے جہاں اب ان کا مزار ہے وہاں انواں نے زمین سے تھوڑی مٹی اُٹھائی اور کہا: سبحان اللہ! کیا اچھی مٹی ہے؟

ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ میں بابا ڈگوری کے پل پر مقیم تھے یکایک وہ اپنے ایک معتقد سے پوچھنے لگے: ''عید کا چاند دکھ گیا؟'' جواب ملا: ''رمضان کی عید ہوچکی ہے۔ اب بقر عید کا چاند دکھے گا۔''

بابا تاج الدین بولے: ''ہوبا بواب اس کے بعد چاند دکھے گا۔''

اس کے بعد سے بابا تاج الدین کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ راجہ رگھوراؤ نے بابا صاحب کے علاج کے لیے ناگ پور سے ماہر ڈاکٹر بلوائے، لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔

## وصال:

۲۶/ محرم الحرام مطابق ۲/ اگست ۱۹۲۵ء بروز دوشنبہ (چھیاسٹھ برس کی عمر میں) مغرب کے وقت بابا صاحب نے ہاتھ اُٹھاکر ایک لمحے کے لیے دعا کی۔ پلنگ سے اُٹھ کر چاروں طرف دیکھا، پھر سکون سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے۔ اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون.

آپ کا مزار مبارک تاج آباد (تاج باغ) امریڈ روڈ، ناگ پور میں مرجع خلائق ہے۔

# مصادر و مراجع

(۱) تاج قطبی، مؤلف: منشی شیخ قطب الدین قطبی، مطبع شمسی، آگرہ

(۲) سوانح حیات بابا تاج الدین، مرتب: سہیل احمد عظیمی، مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، ۱ کے۔ ۱۳، ناظم آباد، کراچی ۱۸

ماخوذ از: انوار صمدیہ مولف: مولانا قمر الدین تاجی صمدی بھیکی پوری ناشر: آستانہ عالیہ صمدیہ بھیکی پور شریف امیٹھی، یوپی، ہند۔